معراج ہو عطا مجھے حسنِ خیال کی
سارے جہاں سے رنگ جدا نعت کا رہے
(دعا)

جیتے جی اس پہ گزرتی ہے قیامت کیا کیا
جب کوئی شخص مدینے سے جدا ہوتا ہے
(ص ۳۴)

تڑپ دل کی، خلشِ جاں، نمی آنکھوں کی لایا ہوں
عطا کی ہیں مجھے محبوبِ داور نے یہ سوغاتیں
(ص ۵۴)

وہ جس کی ایک کرن ظلمتوں کو چیر گئی
سمٹ کے آگیا وہ آفتاب آنکھوں میں
(ص ۹۹)

مدح کے رخ بدلتے رہتے ہیں
تازہ مضموں نکلتے رہتے ہیں
(ص ۱۵۴)

(ن - ص)

مخفی ہاتھ : محمد اکرم رانجھا، ایڈووکیٹ۔ ناشر: ادارۂ علم و ادب پاکستان۔ باہتمام اسلامی اکادمی، منصورہ، لاہور۔ صفحات ۱۱۲، قیمت ۳۰ روپے۔

دو آبہ چج کا ایک گبھرو کسی واردات کی وجہ سے فوج داری قانون کے تحت عمر قید کی سزا کے شکنجے میں آگیا۔ آج وہی نوجوان اپنے دفتر میں بیٹھا ایم اے، ایل ایل بی کی ڈگریوں کے ساتھ بے گناہوں کو معاشرے کے دجل و فریب اور قانون کے خونیں شکنجے سے بچانے کے لیے اعلیٰ عدالتوں میں وکالت کر رہا ہے۔ نام ہے محمد اکرم رانجھا!

اس نے جہلم اور چناب کے دریاؤں کے درمیان اپنے زادِ بوم میں جہاں رانجھا اور گوندل دو قبیلے تقریباً ایک ہزار دیہات پر قابض تھے، آنکھیں کھولیں، اکڑتی تنتی جوانیاں دیکھیں، سالم بکرا کھا جانے والے اور ۲ سیر دودھ پی جانے اور ۵ سیر گھی نوش کر کے چناب کو تیر کر ادھر سے اُدھر

پار کرنے والے گبھروؤں کو دیکھا' جہاں گھوڑیاں تھیں' جہاں معصوم الھڑ جوانیاں تھیں' جہاں نعمتوں کی فراوانی کی سرزمین سے جھگڑے' فساد اور جرائم اگتے تھے' وہاں کے زندہ واقعات کو حسنِ فطرت کے پس منظر کے ساتھ خوبصورت ادبی کہانیوں کی شکل میں پیش کیا۔ خاص بات یہ کہ ظاہر کرداروں کے ساتھ ساتھ اسے ایک غیر مرئی ہاتھ (امرِ ربی) ایسا کام کرتا دکھائی دیتا کہ بعض بڑی غرور و ظلم کی قوتیں کسی ظلم کی پاداش میں پستی میں گر کر ختم ہو جاتیں اور کبھی نہایت ادنیٰ سطح سے اپنے حسن و کردار کے بل پر کوئی فرد یا خاندان بلندی پر پہنچ جاتا۔ یعنی یہ سب کچھ اندھا اتفاق نہیں' بلکہ کسی شعوری طاقت کا منصوبہ کام کر رہا ہے۔

محمد اکرم رانجھا نے اپنی کہانیوں کے پیکر خیالوں سے نہیں گھڑے بلکہ واقعاتی دنیا اور گرد و پیش کے ماحول سے ایسا مواد ہمارے سامنے رکھا ہے کہ جو ادبیت کے کسی معیار کے لحاظ سے کم تر نہیں ہے۔ پھانسی پانے والے مجرم' عمر بھر کے قیدی' برادریوں کی روایات' سیاسی شخصیتوں سے جیل میں ملاقاتیں' جیل کے حالات' یہ سارے عناصر کتاب میں پھیلے ہوئے ہیں اور سلطان باہوؒ کی رباعیاں اور ان کے ساتھ ماہیے' جوانیوں کے باہمی مخفی رابطہ ہائے نگاہ و خیال' ان کی جدائیاں اور ان کے درد و کرب کو پڑھ کر میرے لیے سونا مشکل ہو گیا اور دیر تک شعر پڑھتا رہا۔

واقعاتی افسانے یوں تو ایک ایک کردار کے متعلق بڑے مؤثر ہیں۔ مگر "جبری لام بندی" کا تذکرہ بہت ہی ولولہ انگیز ہے۔ نہایت درجہ قوت و حسن والے آزاد منش نوجوانوں کو انگریزوں نے جبری لام بندی کے تحت فوج میں بھرتی کرنے کا آرڈر کیا اور اپنے تمام محکموں کے افسروں کو ان ایجنٹوں کی مدد میں لگا دیا' جو چھ چھ روپے ماہانہ پر نوجوانوں کو پکڑ لے جاتے تھے۔ آخر نوجوانوں نے بھاگنا شروع کیا اور مرد بھی جنگل میں چھپ جاتے۔ لیکن ظالموں نے ہر گاؤں کی عورتوں کو باہر لا کر کپڑے اتروا کر پوہلی کے کانٹے پولیس کے ذریعے ان کی رانوں میں گھسائے۔ کچھ دن کے اس ظلم پر کہرام مچ گیا اور گوندل اور کرانہ برادریاں شعلہ بار ہو گئیں۔ پھر ایک دن تحصیل دار کی سرکردگی میں جفاگرانِ سرکار کا قافلہ آ پہنچا اور تحصیل دار کے لیے پیلو کے درخت کے نیچے کرسی بچھائی گئی۔ بے شمار گبھروؤں اور ان کی منگیتروں کی آہ و زاریاں رہیں الگ' پانچ باریش بزرگ پیش ہوئے اور عرض کی کہ وہ ان نوجوانوں پر رحم کرے اور بھرتی پر مجبور نہ کرے۔ تحصیل دار بپھر گیا' تب ایک بزرگ رانجھے کی آنکھوں میں خون اتر آیا' وہ زخمی شیر کی طرح دھاڑا اور کہا:

تحصیل دار! اَج انج نہیں ہونا' اَج اِنج ہونا اے۔

پھر لاٹھیاں چلیں اور کرسی بھی ٹوٹ گئی اور تحصیل دار کی کھوپڑی میں سے بھی بھیجا بہہ نکلا۔

بدقسمتی سے ہماری محل سرائے ادب پر بڑا سخت پہرا ہے اور کسی کو جب تک اندر کے خداوندوں سے ادبیت کا لائسنس نہ مل جائے' وہ کتنی بھی کہانیاں اور اشعار لکھتا پھرے' اسے پہرے دار اندر نہ جانے دیں گے۔

تو ایک ہے محل سرا کے اندر کا ادب' اور دوسرا ہے محل سرا کے باہر کا ادب۔

محمد اکرم رانجھا باہر کے ادب کا قلم بردار اور علم بردار ہے۔ جو ایسی کہانیاں پیش کرتا ہے جو معاشرے کے اندر سے اگتی ہیں اور خیالی کہانیوں سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہیں۔

(ن۔ص)

وطن کا قرض: مرتبین: قیصر قمری' نثار احمد زبیری اور نورالعین نوید (مرحوم)' ناشر: ادارہ ادبیات کراچی۔ صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۱۰۰ روپے۔

یہ ایک خاص اصول و مقصد کے تحت مرتب شدہ افسانوی مجموعہ ہے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کے افسانوں میں سے یہ ایک انتخاب ہے۔ اس کام کا آغاز اوپر دیے ہوئے تین ناموں سے متعلق ہے۔ نور العین نوید جو اس سارے نظامِ کار کی روح و رواں تھے اور سعودی عرب میں انجینیری کا ایک دور گزار کر وطن واپس آئے تھے' ان کا جذبہ یہ تھا کہ ادب کی جو چنگاری ہمیشہ سے ان کے قلب میں دبی رہی ہے' اس سے کام لے کر وہ ماحول کو گرمائیں۔ دو ہم نظر ساتھی ان کو ملے۔ کام کی ابتدا ہوگئی۔ ادارہ ادبیاتِ پاکستان کا مقصود یہ قرار پایا کہ نگارشات میں مثبت اور تعمیری رنگ ہونا چاہیے' نہ یہ کہ مایوسی اور خواہش پرستی اور تقلید کا انداز۔

اس ادارے نے پہلا کام یہ شروع کیا کہ منتخب افسانوں کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کرنے کے منصوبے کو سامنے رکھا جو تشکیلِ پاکستان کے وقت' یا ستمبر ۶۵ء کے موقع پر' یا ۱۹۷۱ء میں علیحدگی' بنگلہ دیش کی دھواں دھاری میں پاکستان کے لیے قربانیاں دینے والے لاکھوں افراد کی خدمات کو نمایاں کرے' تاکہ نئی نسل یہ جان سکے کہ نہ پاکستان کوئی کھیل ہے' اور نہ اسلام کوئی تماشا۔ بلکہ ہمارے اسلاف نے نصف صدی میں جو قربانیاں اسے قائم کرنے اور اس کو تحفظ دینے کے لیے دی ہیں وہ پچھلی نسل کی طرف سے نئی نسل کے نام وطن کا قرض ہیں اور اب اس قرض کو چکانا ان کی ذمہ داری ہے۔ یعنی دولت پرستی' لوٹ مار' خونریزی اور صوبائیت و لسانیت کے جنون کے